ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

امجد اسلام امجد کے ڈراموں میں مشرقی و مغربی تہذیب کی نمائش-ایک وضاحتی مطالعہ

ڈاکٹر الزبتھ شاد،

کنئیرڈ کالج برائے خواتین،لاہور

Abstract

Amjad Islam Amjad is an all round personality – of Urdu Literature. He is best known as a poet, columnist, critic and playwrit. His plays have been popular not only in Pakistan but also in other countries. His plays, Waris, Waqat, Din, Fasshar, Dehleez, Bandagi and Khawab Jagtey Hein, became famous. Amjad Islam Amjad made the problems of Pakistani society the subject of his plays on the one hand Pakistani society is mired is an outdated Feudal system, it is als vulnerable to Western Civilization. On the other hand, many aspects of Western Civilization have not only been adopted but new generation adopts it with pride. Amjad Islam Amjad has shown Eastern and Western Civilization in his plays. Sometimes, adopting western culture is harmful to our society. Women's western style of freedom not only violates the basic principles of Islam but also becomes the cause of confliction between those two civilizations. Amjad Islam Amjad has tried to highlight the clash of Eastern and Western Civilization in his plays, so that our new generation can take pride in recognizing and adopting their Eastern and Islamic Civilization and culture.

Keywords: Pakistani Society, Civilizations, Feudal System, Western Civilization, Islamic Principles, Conflict, Freedom of Women, Religion, Beneficial Aspects, New Generation, Outdated System.

ملخص

امجد اسلام امجد اردو ادب کی ہمہ جہت شخصیت ہیں۔ وہ شاعر، کالم نگار، نقاد اور ڈراما نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ ان کے ڈراموں میں 'وارث'، 'وقت'، 'دن'، 'فشار'، 'دہلیز'، 'بندگی' اور 'خواب جاگتے ہیں، معروف ہوئے۔ امجد اسلام امجد نے پاکستانی معاشرے کے مسائل کو اپنے ڈراموں کا موضوع بنایا۔ پاکستانی معاشرہ جہاں جاگیر دارانہ فرسودہ نظام میں جکڑا ہوا ہے وہاں مغربی تہذیب کے اثرات کی بھی زد میں ہے۔ مغربی تہذیب کے بہت سے پہلوؤں کو نہ صرف اپنایا جاچکا ہے بلکہ اس کو نئی نسل فخر سے اپناتی ہے۔ امجد اسلام امجد نے مغربی تہذیب اور مشرقی تہذیب کو اپنے ڈراموں میں دکھایا ہے۔ بعض اوقات مغربی تہذیب کو اپنانا ہمارے معاشرے کے لیے نقصادن دہ ثابت ہوتا ہے۔ عورت کی مغربی طرز پر آزادی اور اسلام کے بنیادی اصولوں کی جہاں خلاف ورزی ہوتی ہے وہاں ان دونوں تہذیبوں میں آویزش کی فضا دیکھنے میں آتی ہے۔

امجد اسلام امجد نے اپنے ڈراموں میں مشرقی اور مغربی تہذیب کے تصادم کو دکھانے کی کوشش کی ہے تاکہ ہماری نئی نسل اپنی مشرقی اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو پہچانے اور اس کو اپنانے میں فخر محسوس کرے۔

کلیدی الفاظ: پاکستانی معاشرہ، تہذیب، جاگیر دارانہ نظام، مغربی تہذیب، مشرقی تہذیب، اسلامی اصول، آویزش، عورت کی آزادی، مذہب، آفادی پہلو، نئ نسل، فرسودہ نظام۔

ہمہ جہت شخصیت کے مالک، امجد اسلام امجد شاعر، کالم نگار، نقاد، ادیب اور ڈراما نگار کی حیثیت سے نہ صرف پاکستان بلکہ دوسرے ممالک میں بھی شہرت کما چکے ہیں۔ انھوں نے ادب کی دنیا میں شاعری سے قدم رکھا۔ ان کی شہرت نہ صرف شاعری میں بلکہ ڈراما کی صنف میں بھی مستند مانی جاتی ہے۔ انھوں نے ۱۹۷۵ء میں ٹی وی ڈراما 'خواب جاگتے ہیں' تحریر کیا۔ اس پر انھیں گریجویٹ ایوارڈ عطا کیا گیا۔ انھوں نے متعدد معروف ڈرامے رقم کر کے اردو ڈراما کو ایک سنگ میل عطا کیا۔

امجد اسلام امجد کے منفرد اسلوب نے انھیں امتیاز بخشا۔ 'وارث' ڈراما لکھ کر انھوں نے عوام میں دائمی مقام بنایا۔ آج بھی لوگ اس ڈرامے کو یاد کرتے ہیں۔ امجد اسلام امجد نے اپنے ڈراموں کے موضوعات اپنے معاشرے سے ہی منتخب کیے ہیں۔ پاکستان کے لوگوں کے مسائل کو اپنے ڈراموں میں اس طرح سمویا ہے کہ وہ حقیقی کہانی معلوم ہوتی ہے۔

جاگیر دارانہ نظام اور پست طبقے پر ہونے والے مظالم کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ نہ صرف پاکستانی تہذیب و ثقافت کو اُجاگر کیا ہے بلکہ مغربی تہذیب کے مثبت پہلو میں ان کو اپنانے میں حرج نہیں ہے۔

لیکن جہاں مغربی تہذیب کے ایسے پہلو سامنے آتے ہیں جو مشرقی تہذیب کے منافی ہیں تو وہاں دونوں تہذیبوں میں آویزش نظر آتی ہے۔ امجد اسلام امجد نے بھی اس آویزش کا مشاہدہ کیا اور اپنے ڈراموں میں دکھایا ہے۔ انھوں نے 'رات'، 'وارث'، 'وقت'، 'دن'، 'فشار'، 'دہلیز'، 'خواب جاگتے ہیں' جیسے معروف ڈرامے تحریر کر کے مشرق و مغربی تہذیب کی آویزش کو بھی دکھایا ہے۔

وارث

امجد اسلام امجد کا ابتدائی ڈراما سیریل 'وارث' جو عوام میں اس قدر مقبول ہوا کہ جس دن یہ ٹیلی کاسٹ ہوتا تھا گلیاں سنسان ہو جاتی تھیں۔ یہ پہلا ڈراما سیریل ہے جو چینی زبان میں ڈب ہو کر وہاں کے ٹی وی چینل پر بھی نشر ہوا۔

یہ ڈراما پاکستان بننے کے فوراً بعد کی کہانی ہے۔ چودھری حشمت علی جس کا کردار محبوب عالم نے ادا کیا اور دائمی شہرت حاصل کی۔ چودھری حشمت مرکزی کردار ہے وہ ایک جاگیر دار ہے، اسی کے آباؤ اجداد نے انگریزوں کے ساتھ جنگوں میں حصہ لیا جس کے عوض زمین اور جائیداد عطا ہوئی۔ پاکستان میں اپنی جاگیر پر سب سے متکبر آدمی دکھایا گیا ہے جو اپنی مرضی ہر شخص پر تھوپتا ہے۔ ہر جائز و ناجائز کام کے لیے اپنی طاقت کا استعمال کرتا ہے، کسی کی عزت چودھری حشمت اور اس کی اولاد سے محفوظ نہیں تھی لیکن جب اللہ کی بے آواز لاٹھی چلتی ہے تو چودھری حشمت کا سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ حکومت چودھری حشمت کے علاقے میں ڈیم بنانا چاہتی ہے لیکن وہ مزاحمت کرتا ہے اور انگریزوں کا زمانہ یاد کرتا ہے، ان کی حکومت کو اچھا تصور کرتا ہے کیوں کہ وہ صرف اس کے اپنے ساتھ وفا نبھانے والوں کی حفاظت کرتے تھے۔

"نیاز (حشمت کا پوتا): کمشنر کہہ رہا تھا کہ ہمارے پاس زیادہ سے زیادہ چھ مہینے ہیں۔

حشمت: اسی لیے میں کہتا ہوں کہ انگریز کا راج اچھا تھا۔۔۔ کسی کو جرأت نہیں تھی کہ ہماری حویلی کی طرف آنکھ اونچی کر کے دیکھ سکے۔۔۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ علم دین کمہار کا بیٹا وکیل ہو گیا ہے اور کہتا ہے کہ میں الیکشن لڑوں گا۔

حشمت: ان کمہاروں، تیلیوں، موچیوں اور مزارعوں کی جرأت تھی کہ انگریز کے راج میں جاگیر داروں کے سامنے آنکھ اونچی کر سکتے۔۔۔ اب یہ ہمارے نمائندے بنیں گے، حکومت کریں گے ہم پر۔"1

مغربی طرز کی حکومت کے ساتھ ساتھ مغربی تہذیب کے کھانوں نے بھی مشرقی تہذیب کے کھانوں پر اثر ڈالا ہے۔ چودھری حشمت انگریزوں کے کھانوں کے نام بھی بہت خوش ہو کر لیتا ہے۔ وہ اپنے ملازم رحمے کو مخبری کرنے پر سزا دیتا ہے تو اپنے پوتے سے کہتا ہے کہ اس پر کتے چھوڑ دو۔ ان کے لیے سنگل ڈش پارٹی ہو جائے گی اور اس سے لطف اندوز ہوتا ہے:

"حشمت: کھول دو اس کو اوئے آج ہم اپنے کتوں کی دعوت کریں گے۔ کیا کہتے ہیں پتر نیاز علی اس کو شہر میں۔۔۔ وہ جس پارٹی میں ایک ہی کھانا ہوتا ہے۔

نیاز علی: سنگل ڈش پارٹی، میاں جی۔

حشمت: (ہنستے ہوئے) اچھا نام ہے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں انگریزوں کے پائے کی قوم نہیں ہے دنیا میں۔ چیزوں کے نام ایسے رکھتے ہیں کہ طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔"2

پاکستان بننے کے بعد اور آج تک ہماری قومی زبان اردو مکمل طور پر دفتری زبان کا درجہ حاصل نہیں کر سکی۔ مغربی زبان یعنی انگریزی زبان سے لوگ متاثر ہوتے آئے ہیں۔ چودھری حشمت بھی تحصیل دار کو انگریزی فیصلے لکھے ہوئے پر اسے تنبیہ کرتا ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

”حشمت:(سخت غصے میں) اوئے کیسی باتیں کر رہا ہے پتر تحصیل دار۔۔ بیٹھے بٹھائے لوگوں سے ان کے گھر، بار جائیدادیں۔۔۔ زمینیں کھولینا کوئی مخول ہے۔۔۔ ساڑھے چار سو سال سے ہم لوگ یہاں آباد ہیں۔ چپے چپے پر یہاں ہمارے بزرگوں کی نشانیاں ہیں۔۔۔ خون پسینہ ایک کر کے ہم نے یہ جائیدادبنائی ہے۔۔۔ ایس لئی کہ تم فائلوں میں انگریزیاں لکھ کر لاؤ اور ہمیں گھروں سے بے گھر کر دو۔“3

چودھری حشمت انگریزی زبان پر طنز کرتا ہے۔ وہ اپنی زمین پر ڈیم بنانے کے سخت خلاف ہے۔ اسی لیے وہ انگریز کے زمانے کو یاد کرتا ہے کیوں کہ وہ اپنے فائدے کے لیے انگریز کی سفارش تک حاصل کرنے کا خواہاں ہے۔ جب چودھری حشمت کا پوتا انور اپنے بھائی نیاز علی کو قتل کر دیتا ہے بعد میں انور پولیس سے ڈرتا ہے تو وہ اپنے دادا حشمت سے کہتا ہے کہ میں اپنے بھائی کی قبر پر جاکر معافی مانگنا چاہتا ہوں تو چودھری حشمت کہتا ہے کہ جو مر جائیں ان سے معافی نہیں مانگی جاتی۔ انور پریشان چودھری حشمت سے کہتا ہے کہ میں کیا کروں؟ دادا پھر انگریز راج کو یاد کرتا ہے:

”انور: اب میں کیا کروں میاں جی؟

حشمت: اس سوال کا جواب لبھتے لبھتے (ڈھونڈتے ڈھونڈتے) میں اک رات میں دس سال بڈھا ہو گیا ہوں۔ انور۔۔۔ اوئے انگریز کا راج ہوتا تو میں گورنر کے وائسرائے کے پاس پہنچ کر ان کو اپنے خاندان کی گزشتہ خدمات یاد دلا کر اپنے بزرگوں کی سندیں اور تمغے دکھا کر تیری جان بخشی کرا لیتا۔۔۔ پر تیرے ایس قائداعظم نے پاکستان بنا کے ہماری زندگی حرام کر دی ہے۔۔۔ خاندانی آدمی کی کوئی عزت، کوئی وقار نہیں ہے ان کی اکھوں میں۔“4

چودھری حشمت ایسے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو اپنی مطلب برآوری کے لیے انگریزوں کو بھی پسند کرتا ہے حالاں کہ وہ ایک جاگیر دار ہے اور اس کی اپنی روایات ہیں۔ اپنے پوتے کی جان بخشی کے لیے انگریزوں کو یاد کر کے قائداعظم کی محنت اور خلوص کو نظر انداز کرتا ہے۔

رات

امجد اسلام امجد کا مقبول ڈراموں میں سے ’رات‘ ڈراما جو ۱۹۸۷ء میں پاکستان ٹیلی ویژن سے ٹیلی کاسٹ ہوا۔ اس نے بھی شہرت اور مقبولیت کے ریکارڈ قائم کیے۔ یہ ڈراما تین بار نہ صرف پاکستان ٹی وی پر ٹیلی کاسٹ ہوا بلکہ شارجہ ٹی وی سے بھی دکھایا جا چکا ہے۔ اس ڈرامے کے بارے میں امجد اسلام امجد کے خیالات کچھ اس طرح سے ہیں:

”مجھے ذاتی طور پر یہ کھیل اس لیے بھی زیادہ پسند ہے کہ اس کا موضوع ’ٹریٹ منٹ‘ کردار نگاری اور انداز، میرے باقی کے تمام سیریلز سے مختلف ہے"5

اس ڈرامے میں تین ٹریک ساتھ ساتھ جاری رہتے ہیں۔ ہر ٹریک کی اپنی انفرادیت ہے۔ ان کا آپس میں تعلق بھی ہے۔ عابد کشمیری نے اس ڈرامے میں جان دار اداکاری کی ہے۔ ان کا تکیہ کلام ’خیر ہو آپ کی‘ آج بھی لوگ نہیں بھولے۔ افضال احمد، طاہرہ واسطی اور ثمینہ پیرزادہ نے بھی شان دار کردار نبھائے۔ اس ڈرامے کا خاص وصف یہ ہے کہ ہمارے معاشرے کے مختلف طبقات اور ان کے مسائل عمدگی سے دکھائے گئے ہیں۔ امیر طبقہ کی بگڑے نوجوان اپنی عیاشی کی خاطر قوانین کو توڑتے ہیں۔ تعلیمی نظام، امیر طبقہ کے بگڑی نسل کے ہاتھوں پامال ہو رہا ہے۔ طلبہ کی سیاست بھی اس کا موضوع ہے۔ غریب اور امیر کے بچوں کے لیے تعلیم حاصل کرنے اور زندگی گزارنے کا معیار بھی جدا جدا ہے۔

امجد اسلام امجد نے اس ڈرامے میں مشرقی اور مغربی تہذیب کے تصادم کو بیان کیا ہے۔ امریکہ اور یورپ میں آباد پاکستانیوں کے ثقافتی اور تہذیبی مسائل کو بھی زیرِ بحث لائے ہیں۔ فلم انڈسٹری کے ڈائریکٹرز کی کوتاہیاں اور پیسے کمانے کی ہوس بھی دکھائی گئی ہے۔ مہتاب (عابد کشمیری) نے فلم ڈائریکٹر کا کردار ادا کیا ہے۔

منور اس ڈرامے میں اہم کردار ہے جس نے اپنے سے کم عمر خاتون سے شادی کی ہے۔ امیر آدمی ہے، ہوٹل کا مالک ہے۔ مہتاب منور کے ہوٹل میں اکثر آتا جاتا ہے۔ علم کے موضوع پر دونوں میں بات ہوتی ہے۔ امجد اسلام امجد نے یہاں مغربی اور مشرقی تہذیب کی آویزش ظاہر کی ہے۔ منور، مہتاب سے اس کی فلم کے بارے میں رائے لیتا ہے تو مہتاب کہتا ہے کہ انگریز حسد کرتے ہیں مجھ سے اس لیے تم نے کوئی انگریزی اخبار پڑھ لیا ہو گا۔ منور وجہ پوچھتا ہے تو وہ کہتا ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

”مہتاب: امریکہ کا ایک آدمی ایک مشین گن کے ساتھ آدھا جرمنی فتح کر لے۔ یہ انھیں وار کھاتا ہے۔ ہمارا ہیرو ڈانگ کے ساتھ دس بارہ آدمی پچھاڑ دے تو کہتے ہیں زیج زیج ریشن ہے۔

منور: Exaggeration

مہتاب: خیر ہو آپ کی۔ میں بھی یہی کہہ رہا تھا۔ تو قصہ یہ ہے مری جان کہ 'ہولی وڈ' میں کتا بھی چھینک مارے تو انھیں اس میں آرٹ نظر آتا ہے۔ پر اپنے سونے کو بھی یہ لوگ مٹی کہیں گے۔ انگریز خود تو چلا گیا ہے پر اپنا دماغ یہیں چھوڑ گیا ہے۔'6

امجد اسلام امجد نے عمیق مشاہدے سے لوگوں کے ذہنوں کا مطالعہ کر کے یہ بتایا ہے کہ انگریزی تہذیب نے ہمارے لوگوں کو ابھی بھی اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ اس ڈرامے کے امیر خاندان کی بگڑی اولاد یونیورسٹی کے ضابطوں کی پرواہ کیے بغیر اپنی من مانی کرتی ہے۔ علی ممتاز، سہیل، افتخار اور عتیق لفنگے قسم کے نوجوان ہیں۔ اپنی بات منوانے کے لیے ہر وقت پستول پاس رکھتے ہیں۔ قتل، ڈکیتی، لڑکیوں پر بُری نظر ڈالنا، اساتذہ تک کو دھمکانا، ان کی عادات بن چکا ہے۔ گلریز ایک شریف، قابل لڑکا ہے۔ اس کی والدہ کالج کی پرنسپل ہے اور والد غصے والا، اپنی بات پر قائم رہنے والا انسان ہے۔ علی ممتاز اور اس کے غنڈے دوست گلریز سے لڑائی کرتے ہوئے زخمی کر دیتے ہیں۔ گلریز کا والد (محمود) ان لڑکوں پر کیس کرنا چاہتا ہے۔ افتخار اپنے دوستوں کو سمجھا رہا ہے کہ میرے چچا ریاست کا محمود دوست ہے۔ اس لیے گلریز سے صلح کر لیتے ہیں۔ افتخار اس پر حیرت کا اظہار کرتا ہے اور کہتا ہے کیسے معافی مانگ لیں۔ علی ممتاز انگریز کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:

”علی ممتاز: (اٹھ کر ٹہلتے ہوئے) تو پھر یہ کہ ہمیں گلریز سے صلح کرنی ہو گی۔

افتخار: ہیں؟ (عتیق اور سہیل حیرت سے علی ممتاز کی طرف دیکھتے ہیں) یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

علی ممتاز: (مسکراتے ہوئے) انگریز بڑے کمال کی قوم ہے Sorry اور Thank You دو لفظوں سے آدھی دنیا پر حکومت کر گئے۔“7

امجد اسلام امجد نے یہاں انگریزوں کی مکاری اور انگریزی زبان کی بالا دستی کو عیاں کیا ہے۔ اس ڈرامے کا ایک اہم کردار پروفیسر رزاق ہے۔ یہی لڑکے اس کے ساتھ بھی بد تمیزی کرتے ہیں۔ پروفیسر رزاق ان کے خلاف انکوائری آفیسر ہے۔ وہ کاروائی کرنا چاہتا ہے لیکن پروفیسر سجاد اور وی سی ان کے خلاف قدم اٹھانا نہیں چاہتے۔ اسی لیے پروفیسر رزاق استعفیٰ دے دیتا ہے۔ ان کی بیوی (غزالہ) امریکہ واپس جانا چاہتی ہے۔ رزاق صاحب واپس جانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ امریکہ کی آزاد اور بے باک خواتین اور ماحول کو پسند نہیں کرتے۔ وہ اپنی جوان بیٹی کو امریکہ کی تہذیب سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے دوست منور کو امریکہ نہ جانے کی وجہ بتاتا ہے:

”رزاق: تمھیں پتہ ہے منور! جوان بیٹی کے بوائے فرینڈ کو مسکرا کر ہیلو کہنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ آدھی رات کو بیرونی دروازے پر اس کے بے باک قہقہوں کی آوازیں کس طرح گرم سلاخوں کی طرح کانوں میں اترتی چلی جاتی ہیں۔ میں نے وہاں پہاڑ جیسے لوگوں کو بچوں کی طرح بلک بلک کر روتے دیکھا ہے۔ میری روح میرے معاشرے کی طرح بہت پرانی اور پسماندہ ہے۔

منور: مگر نوشیلہ تو ابھی بہت چھوٹی ہے۔۔۔

رزاق: اس لیے تو میں اسے وہاں سے لے آیا ہوں۔ تین چار برس اور اگر وہ وہاں رہ جاتی تو سب کچھ ختم ہو جاتا۔۔۔ اس معاشرے کی چکا چوند کر دینے والی دمک میں ان کے باپ کے خوابوں کی جلتی بجھتی روشنی کہاں تک ان کا ساتھ دے سکتی تھی؟“8

مغربی تہذیب کی عورت جس طرح آزاد ہے وہ آزادی مشرقی عورت کے لیے بے حیائی کے مترادف ہے۔ مغرب کا آزاد معاشرہ عورت کی پاکیزگی کو داغ دار کر دیتا ہے۔ عورت کی آزادی اور آزاد خیالی کا یہ پہلو ہماری تہذیب سے بالکل مختلف ہے۔ جسے قبول نہیں کیا جا سکتا اور امجد صاحب نے اسی طرف توجہ دلائی ہے۔ امریکہ میں رہنے والے پاکستانیوں کے مسائل کو عیاں کیا ہے۔

گرہ

ٹی وی ڈراما سیریل 'گرہ' امجد اسلام امجد کا تحریر کردہ ڈراما بھی باقی ڈراموں کی طرح بہت عمدہ ہے۔ اس میں بیوروکریٹ، بزنس مین اور انڈسٹریل لوگوں کے گھریلو مسائل اور رہن سہن دکھایا گیا ہے۔ مغربی تہذیب کی لائی ہوئی عورت کی آزادی سے ہماری مشرقی عورت بھی مرعوب ہے۔ وہ خاوند اور گھر کے فرائض کو فراموش کر کے خود کفیل ہونے کی خواہاں ہے۔ یہ آزاد خیالی ہمارے بہت سے مشرقی گھروں کے ٹوٹنے کا سبب بنتی ہے۔

'گرہ' ڈرامے میں امجد اسلام امجد نے ایک ایسے ہی گھرانے کی کہانی کو پیش کیا ہے۔ حبیب بیوروکریٹ ہے۔ وہ سیکرٹری کے عہدے پر فائز ہے۔ اس نے عصمت سے شادی کی تھی جس سے ایک بیٹا زین ہے۔ ان دونوں کی علیحدگی ہو جاتی ہے لیکن حبیب کو اپنے بیٹے زین سے محبت ہے۔ ہر سال گرہ پر پھول بھیجتا ہے۔

حبیب نے دوسری شادی جس عورت سے کی وہ آزاد خیال اور گھریلو ذمہ داری اور شوہر کے فرائض سے بے خبر اپنی مرضی کرنے والی عورت ہے۔ تمکنت کے پہلے شوہر سے ایک بیٹا شرجیل ہے اور حبیب سے ایک بیٹی تمثال ہے۔ وہ اکٹھے ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔ تمکنت بیرون ممالک جاتی ہے۔ ایک بزنس چلاتی ہے اور اپنے شوہر کی رضامندی کے بغیر کسی دوسرے شخص سے پارٹنر شپ کرتی ہے۔ وہ اپنے بچوں کے ساتھ بیرون ملک گئی ہے اور وہاں سے مشینری لانے کے لیے اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ فرازی کو ایئر پورٹ بھیج دیں لیکن حبیب اسے کہتا ہے کہ میری عزت کا خیال کرو۔ تمکنت مغربی سوچ رکھنے والی عورت اپنے شوہر کی بات نہیں مانتی۔

"تمکنت: (طنزیہ اور تیز لہجے میں) تم سے ایڈوائس مانگی کس نے ہے۔۔۔! صرف اطلاع دینے کو کہا ہے۔

حبیب: دیکھو تمکنت، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، تم اتنی Prominent پر سنیلیٹی ہو۔۔۔ میرا نام involve ہوتا ہے۔ آخر کیا ضرورت ہے کوئی چور دروازہ استعمال کرنے کی؟ اگر اس مشینری کا تعلق بزنس سے ہے تو اس کی مقررہ ڈیوٹی ادا کرو اور لیگل طریقے سے لے کر آؤ۔۔۔

تمکنت: مسٹر حبیب شاہد۔۔۔ اتنی عقل مجھ میں بھی ہے اور تھوڑا بہت قانون بھی مجھے آتا ہے۔۔۔ اس میں کچھ ایسی آئٹمز ہیں جن پر ڈیوٹی بہت زیادہ بھی ہے اور unjustified بھی اور ایک دو چیزوں پر کچھ مشروط سی پابندی بھی ہے۔ ایسے میں انھیں ڈیکلیئر کر کے خواہ مخواہ کی بک بک میں نہیں پڑنا چاہتی۔۔۔ سمجھے تم!

حبیب: لیکن تمکنت۔۔۔ دیکھو۔۔۔!

تمکنت: پلیز حبیب، مجھے بحث نہیں چاہیے۔۔۔ تم فرازی کو فون کر کے میرا پیغام دے دو اور بس۔۔۔ خدا حافظ۔"9

یہاں عورت کی خود سری اور آزاد خیالی مشرقی عورت کی فرماں برداری سے متصادم ہے۔ اگرچہ اس ڈرامے میں جاگیردارانہ نظام کی جھلکیاں نظر آتی ہیں، تاہم تمکنت کی آزاد خیالی اور غیر ذمہ داری اسے مغربی تہذیب سے ملی ہے۔

وقت

امجد اسلام امجد کا ڈراما 'وقت' اپنے دور کا بہت مقبول ڈراما ہے۔ امجد اسلام امجد کے زیادہ تر ڈراموں میں مشرقی تہذیب خاص کر پاکستانی تہذیب و معاشرت کی عکاسی ملتی ہے۔ چودھری، وڈیروں اور چودھرانیوں کے بارعب کرداروں کے ساتھ ساتھ غریب طبقہ اور کمیوں، خادموں کے کردار بھی بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ اگر ان کو نکال دیا جائے تو ڈرامے میں خلا نظر آتا ہے۔

اس ڈرامے میں بھی امیر، غریب، حاکم اور محکوم طبقہ دکھایا گیا ہے۔ کہیں کہیں مغربی تہذیب کو انگریزوں کی ایجادات کو قبول تو کیا گیا ہے لیکن بعض اوقات انھیں ناپسندیدہ قرار دیتے ہوئے اسلامی اور مشرقی روایات کو ترجیح دی جاتی ہے۔

چودھری منصب کی شان دار حویلی ہے اور مشرقی تہذیب کی آئینہ دار ہے۔ چائے کی جگہ دودھ، لسی کا استعمال کیا جاتا ہے۔ دیہاتی ماحول ہے۔ چودھری کا بیٹا مظفر نئی نسل سے ہے۔ وہ مغربی ایجادات کو نہ صرف پسند کرتا ہے بل کہ اسے استعمال بھی کرتا ہے۔ وہ مسواک کی جگہ ٹوتھ پیسٹ استعمال کرتا ہے۔ مغربی تہذیب کی بنیاد ہی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

سائنسی ایجادات پر رکھی گئی ہے جس نے ہر جگہ قبضہ جمایا ہے۔ اس ڈرامے میں چودھری منصب کا ملازم کرم علی مسواک کو پسند کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ٹوتھ پیسٹ کی جگہ مسواک کی جائے۔ کرم علی کہتا ہے:

"منصب: کچھ کھا پی کر بھی گیا ہے یا۔۔۔؟

کرم: میں نے تو بہت عرض کیا سرکار۔ پر وہ کہنے لگے کہ میں دانت صاف کرنے کے فوراً بعد کچھ نہیں کھاتا۔ انگریز نے بھی عجیب عجیب چیزیں بنا دی ہیں۔ اتنی سی ملائی منہ میں ڈالو سارا منہ جھاگ سے بھر جاتا ہے۔ کمال ہے بھئی۔

منصب: (مسکراتے ہوئے) اسے Paste کہتے ہیں کرم علی ٹوتھ پیسٹ۔ اس کی جھاگ سے دانت صاف ہو جاتے ہیں۔

کرم: ٹھیک ہے جی پر اپنی نیم کی مسواک کا جواب نہیں۔ دانت موتیوں کی طرح چمک جاتے ہیں۔"10

سادہ لوح لوگ مشرقی اور اسلامی تہذیب کے پیروکار ہیں وہ سادہ غذا کھاتے ہیں۔ وہ مغربی تہذیب کی ایجادات (سائنسی ایجادات) کو پسند نہیں کرتے۔ اس ڈرامے میں قانون، جرم اور طبقاتی کشمکش کو نمایاں کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی شہری اور دیہاتی زندگی کے فرق کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔

بندگی

امجد اسلام کا ہر ڈراما اپنی مقبولیت کے جھنڈے گاڑ چکا ہے تاہم 'بندگی' بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ اس ڈرامے میں بھی امجد اسلام صاحب نے ہمارے معاشرے کے مختلف طبقات اور ان سے جڑے زندگی کے مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے پاکستان میں مقیم لوگوں اور دوبئی اور دوسرے ممالک میں وقت گزارنے والوں کے بارے میں ان کے تعلقات، واقعات اور الجھنوں کو پیش کیا ہے۔

اس ڈرامے میں بہت سے کردار سامنے آتے ہیں جنھوں نے بڑی خوب صورتی سے اپنی ذمہ داری کو نبھایا ہے۔ اس ڈرامے میں مشرقی اور مغربی تہذیب کا تصادم بھی نظر آتا ہے۔ دانیال ایک امیر شخص ہے جس نے ایک شادی شدہ بیوہ عورت عالیہ نور سے شادی کی ہے۔ اس عورت کا ایک بیٹا ذیشان ہے جو کیلیفورنیا سے ایم بی اے کر کے آیا ہے۔ وہ پاکستان آتا ہے تو اس کا دوست بِلا اسے سیر کرانے کے لیے لے جاتا ہے۔ بِلا ایک سادہ انسان ہے۔ وہ ہوٹلوں میں ہونے والا ناچ گانا اور اس قدر آزادی کو پسند نہیں کرتا۔ وہ اپنے دوست سے کہتا ہے:

"بِلا: تمھیں اندازہ ہی نہیں ہو سکتا کہ ان تین برسوں میں یہاں کیا کچھ ہو گیا ہے۔۔۔ یہ جتنے نئے ہوٹل تم دیکھ رہے ہو نا۔۔۔ یہ سب اصل میں وہ ہیں۔۔۔ یار وہ جس میں گورے (انگریز) رات کو جا کر جوا شوا کھیلتے ہیں اور ناچ گانا ہوتا ہے۔

ذیشان: نائٹ کلب کہنا چاہ رہے ہو تم۔۔۔؟

بِلا: ہاں۔۔۔ مگر یہاں کام اس سے بھی آگے ہے۔ ایمان سے مجھے بڑا افسوس ہوتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ کس بے غیرتی سے یہاں لوگ دوسروں کے مقابلے میں پاکستانی مجرا کرتے ہیں اور فخر سے اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ۔۔۔ حد ہوتی ہے یار۔۔۔ مقابلہ کرنا ہے تو کسی اچھی بات میں کرو۔"11

نائٹ کلب اور وہاں ناچ گانے کا رواج اور جوا کھیلنا ہماری مشرقی روایات کے منافی ہے۔ یہ خرافات ہمیں مغربی تہذیب سے ملی ہیں۔ ان کی چمک دمک نے ہمارے معاشرے کے اکثر افراد کو اپنا اسیر بنا لیا ہے۔ خاص کر نوجوان نسل اور امیر طبقہ کے لوگ جنھیں اپنی دولت خرچ کرنے کا کوئی اور مصرف نہیں ملتا۔ وہ ان لایعنی مشاغل میں پڑ جاتے ہیں۔ وہ اپنی تہذیب و تمدن کو بھول کر انگریزوں کی سی طرز زندگی گزارنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

مغربی تہذیب کی بنیاد سائنسی ایجادات پر رکھی گئی ہے۔ ان ایجادات سے بعض اوقات سادہ سے سادہ انسان بھی بد ظن ہو جاتا ہے۔ بِلا (بلال) ذی شان کا دوست مشرقی تہذیب کا پروردہ انسان نہ انگریزی زبان کو سمجھتا ہے اور نہ ہی موبائل جیسی فائدہ مند ایجاد کو۔ انگلش میڈیم سکولوں نے ہماری نسل کو اردو سے ناواقف اور اجنبی کر دیا ہے۔ یہ صورت حال بسا اوقات دونوں تہذیبوں کے تضاد کو واضح کرتی ہے۔ سویلہ انگلش میڈیم سکول میں پڑھی ہوئی ہے اور انگریزی کو جانتی ہے لیکن اردو قومی زبان ہونے کے باوجود اس سے ناواقفیت کا اظہار کرتی ہے۔ ذیشان ریسٹورنٹ میں سویلہ سے پوچھتا ہے کیا لیں گی، سویلہ کہتی ہے کچھ نہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

”سویلہ:nothing۔۔۔دراصل مجھے بھوک بالکل نہیں ہے۔۔۔میں تو آپ کی کمپنیsack آگئی ہوں، چلیے چائے پی لیتے ہیں۔

بِلا: ابھی کو سیک شیک کچھ نہیں ہے جی۔۔۔جون جولائی میں دیکھئے گا باقاعدہ آگ برستی ہے یہاں۔۔۔

ذیشان: کمپنی سیک کا مطلب ہوتا ہے کہ آپ کا ساتھ دینے کی خاطر۔۔۔

بِلا: یہ کس زبان کا لفظ ہے؟

سویلہ: انگریزی کا بھئی۔۔۔

بِلا: پھر ٹھیک ہے، ہمارے ادھر تو آگ کا سیک ہوتا ہے۔

سویلہ: (کچھ نہ سمجھتے ہوئے) آگ کا سیک۔۔۔؟میں سمجھی نہیں۔۔۔

بِلا:۔۔۔سیک کا مطلب ہوتا ہے گرمی۔۔۔ جیسے سردیوں میں پالا پڑتا ہے اسی طرح گرمیوں میں سیکا ہوتا ہے۔۔۔

سویلہ: شہروں میں رہنے اور انگلش میڈیم میں پڑھنے کا یہ بہت نقصان ہوا ہے ہمیں۔۔۔(ذیشان کے موبائل کی گھنٹی بجتی ہے)۔

ذیشان: (جیسے آواز صاف نہ آرہی ہو) ہیلو۔۔۔ ہیلو۔۔۔ ہاں۔۔۔ ایکسکیوزمی (سویلہ سے معذرت کرتا ہے، اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک طرف کو جاتا ہے) آواز صاف نہیں آرہی۔۔۔ایک منٹ۔۔۔ہاں۔۔۔

بِلا: یہ بھی عجیب شیطانی چرخہ ایجاد کر دیا ہے گوروں نے۔۔۔اب نہ گھر میں چین ہے نہ باہر۔۔۔“12

سادہ اور دیسی انسان کے لیے یورپی زبان اور وہاں کی اشیا کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔اسی لیے وہ اپنی تہذیب سے محبت کو ظاہر کرتا ہے اور مغربی تہذیب کو تنقیدی نظر سے دیکھتا ہے۔ اگرچہ بِلا، دانیال اور ذیشان دوبئی جیسے ملک میں رہائش پذیر ہیں لیکن وہ اپنی تہذیب سے ناواقف نہیں ہیں۔ ذیشان کی بلڈنگ میں سیٹھ جبار نے کلچر کے نام پر مغربی طرز کا ناچ گانا شروع کر رکھا ہے۔ دانیال اور ذیشان کو یہ سب پسند نہیں ہے۔ دانیال اور سیٹھ جبار کے درمیان کرائے پر بلڈنگ دینے کا معاہدہ ہوا تھا۔ اب دانیال کو اس میں یہ غیر اسلامی ناچ گانا پسند نہیں اور وہ اسے روکنے کے لیے بلڈنگ خالی کرانا چاہتا ہے۔ سیٹھ جبار وہ بلڈنگ واپس نہیں دینا چاہتا، ذیشان اسے سمجھاتے ہوئے ناچ گانا بند کروانے کے لیے کہتا ہے:

”ذیشان: تو پھر آپ ایسا کیجیے کہ وہ ناچ گانا بند کرا دیجئے۔۔۔ ہوٹل کو ہوٹل ہی رہنے دیجئے۔۔۔ یہ ایک صورت ہو سکتی ہے۔

جبار: یہ دوبئی ہے میرے عزیز۔۔۔ فری بزنس زون ہے۔۔۔ دنیا بھر سے لوگ یہاں آتے جاتے ہیں ان کی Entertainment کے لیے ہمیں اس طرح کی کلچرل Attractions رکھنی پڑتی ہیں۔۔۔ گاہک کی پسند بزنس کی پہلی شرط ہوتی ہے۔۔۔

دانیال: مگر یہ مت بھولیے کہ آپ پاکستانی بھی ہیں۔۔۔ کلچر کے نام پر یہ طوائفوں کا مجرا اور ولگر ڈانس کروا کر چار پیسے کما لیں گے مگر قومی وقار بھی کوئی چیز ہے۔۔۔ یہ تو ہمارا کلچر نہیں ہے۔“13

یہ تمام گفتگو ظاہر کرتی ہے کہ ہمارا کلچر مغربی کلچر سے بالکل مختلف ہے۔ وہ کسی صورت میں بھی مشرقی کلچر کا حصہ نہیں بن سکتا۔ اگر کسی جگہ مغربی کلچر دکھایا جاتا ہے تو وہاں اسے تنقید کا سامنا ضرور کرنا پڑتا ہے۔ اس ڈرامے میں پاکستانی دوبئی میں مقیم ضرور ہیں تاہم وہ اپنی شناخت کو برقرار رکھنے کے خواہاں ہیں۔ ذیشان امریکہ میں پڑھنے کے باوجود اسلامی روایات کو پسند کرتا ہے۔ مغربی فحاشی اور ولگر ڈانس کو پسند نہیں کرتا۔

امجد اسلام امجد کو اس بات کا ادراک حاصل ہے کہ ہماری تہذیب مشرقی روایات کی آئینہ دار ہے۔ بعض پہلو، جیسے مذہب اور عورت کی بے محابہ آزادی مغربی تہذیب کی آئینہ دار ہے تاہم یہ دونوں تہذیبیں مکمل طور پر ایک دوسری میں ضم نہیں ہو سکتیں۔ یہی سبب ہے کہ ان میں تصادم کا پایا جانا لازم ہے جو بعض اوقات کشیدگی کا باعث بنتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

حوالہ جات

1. امجد اسلام امجد، وارث، صفحہ ۳۹۱، حوالہ نمبر ۲۱
2. ایضاً، ص ۱۳۴
3. ایضاً، ص ۳۸۵
4. ایضاً، ص ۴۶۳
5. امجد اسلام امجد، رات، صفحہ ۳۹۳، حوالہ ۴۴
6. ایضاً، ص ۴۷
7. ایضاً، ص ۱۰۲
8. ایضاً، ص ۱۱۲
9. امجد اسلام امجد، گرہ، صفحہ ۳۹۳، حوالہ ۵۷
10. امجد اسلام امجد، وقت، صفحہ ۳۹۳، حوالہ ۶۳۶۴
11. امجد اسلام امجد، بندگی، صفحہ ۳۹۴، حوالہ ۸۱
12. ایضاً، ص ۲۴، صفحہ ۳۹۴، حوالہ ۸۱
13. ایضاً، ص ۳۷، صفحہ ۳۹۶، حوالہ ۸۲